

## کیا شیعہ اصحاب کو عادل نہیں سمجھتے ؟

<?xml encoding="UTF-8">

کیا شیعہ اصحاب کو عادل نہیں سمجھتے ؟

اعتراض:

قرآن نے صحابہ کی مدح کی ہے اور انہیں عظمت سے یاد کیا ہے اور تمام صحابہ کی نسبت اپنی رضایت کا اعلان کیا ہے۔

لیکن شیعہ ان آیات کو نظرانداز کر کے صحابہ کے لیے کسی قسم کی حرمت کے قائل نہیں ہیں۔ ان کی روایات کو قبول نہیں کرتے اور ان کی عدالت کے قائل نہیں ہیں۔  
تحلیل اور جائزہ:

موضوع صحابہ بعض دوسرے بنیادی موضوعات کی طرح مختلف ذیلی موضوعات میں تقسیم ہوا ہے اور ان میں سے ہر موضوع کی جدا تحلیل و جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ اس موضوع سے متعلق اہم سوالات مندرجہ ذیل ہیں:

- (1) صحابہ کن لوگوں کو کہا جاتا ہے؟
  - (2) کیا تمام صحابہ عادل ہیں؟ اس بارے میں شیعوں کی کیا رائے ہے؟
  - (3) وہ آیات جن میں صحابہ کی تعریف ہوئی ہے ان کے جواب میں شیعہ کیا کہتے ہیں؟
  - (4) "اصحابی کالنجوم"
  - جیسی روایات کے بارے میں شیعہ کیا کہتے ہیں؟
  - (5) شیعہ روایات صحابہ کو قبول کیوں نہیں کرتے؟
- یہ وہ سوالات ہیں جن کا چند نکتوں کی شکل میں جواب دینے کی اس تحریر میں کوشش ہوئی ہے:

پہلا نکتہ:

لغت میں "صحابہ" ہمراہ اور ساتھی کے معنی میں آیا ہے۔ لیکن اصطلاح میں صحابہ کے لیے ایک معنی بیان نہیں ہوا ہے اکثر اہل سنت علماء کا عقیدہ یہ ہے : وہ مسلمان جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا چاہے ایک دن یا ایک گھنٹہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو "صحابہ" کہا جائے گا۔

بخاری اس بارے میں لکھتے ہیں:

(من صحب رسول اللہ او راہ من المسلمین فہو من اصحابہ؛)

کوئی بھی مسلمان جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا یا انہیں دیکھا اسے آپ کا صحابی کہا جائے گا۔ [1]

احمد بن حنبل مزید تشریح کے ساتھ اس بارے میں لکھتے ہیں:

(اصحاب رسول اللہ کل من صحبہ شہراً او یوماً او ساعة او راہ؛)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ وہ ہیں جنہوں نے ایک مہینہ، ایک دن یا ایک گھنٹہ پیغمبر صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گذارا ہو یا آپ کو دیکھا ہو۔)[2]

عسقلانی اس بارے میں لکھتے ہیں:

(انّ الصحابی هو كلّ من لقي النبی مؤمناً و لو ساعة من نهار و مات علی الاسلام؛)

جو کوئی ایمان کی حالت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرے، اگرچہ دن میں ایک گھنٹہ اور مسلمان مرے تو صحابہ میں شمار ہوگا۔)[3]

اس نظریے کے مقابل اہل سنت علماء کی ایک قلیل تعداد ایسی ہیں جو قائل ہیں کہ صرف دیکھنا یا تھوڑی مصاحبت کافی نہیں ہے بلکہ کچھ وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گزارنا چاہیے۔  
قاضی ابوبکر محمد بن طیب کا یہ نظریہ ہے وہ کہتے ہیں:

((صحابہ کا معنی لغت میں عام ہے لیکن عرف امت اس معنی کو ان لوگوں کے لیے استعمال کرتے ہیں جنہوں نے قابل توجہ وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گذارا ہو۔))[4]  
عینی(عمدة القاری کے مؤلف) سعید بن مسیب سے نقل کرتا ہے

(پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ وہ ہے جو کم سے کم ایک یا دو سال آپ کے ساتھ رہے ہو نیز کم سے کم ایک یا دو غزوں میں آپ کے ساتھی رہے ہو۔))[5]

ان کے علاوہ بعض شیعہ دانشور جیسے آیت اللہ معرفت، مصاحبت کی مدت کے علاوہ ایک اور شرط کو لازمی سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ مصاحبت اس قدر طویل ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق صحابی پر اثر گذار ہو اور صحابی کا کردار و رفتار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق سے مزین ہو جائے)[6]  
دوسرا نکتہ:

پہلی تعریف کے مطابق اہل سنت کے نزدیک صحابی کی اس قدر اہمیت ہے کہ ان پر معمولی اعتراض کرنے کو وہ روا نہیں سمجھتے یہاں تک کہ ان کی عدالت کے بارے میں گفتگو کو قرآنی نص کے برخلاف سمجھتے ہیں۔  
ایک گروہ نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جو کوئی بھی صحابہ پر اعتراض کرنے کے لیے لب کشائی کرے گا اور علم رجال کے معیار پر ان کو پرکھے گا وہ دین سے خارج ہے اور اس کا خون بہانا حلال ہے۔  
عسقلانی اس بارے میں لکھتے ہیں :

(( فانّ جميع الصحابة عدول لايتطرق اليهم الجرح؛))

تمام صحابہ عادل ہیں اور ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔)[7]

وہ اس بارے میں افراط کا شکار ہوئے ہیں یہاں تک کہ کہتے ہیں، جو کوئی بھی صحابہ پر اعتراض کرے گا وہ زندیق ہوگا۔)[8]

تنقید اور جائزہ:

آیات کا مختصر جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ معنا کے لحاظ سے "صحابہ" کا عنوان اس قدر وسیع نہیں ہو سکتا اور صحابہ کو جرح و تعدیل سے مبرا سمجھنا قرآنی آیات سے متصادم ہے۔

کیونکہ قرآن کی تدریجی نزول کی یہ حکمت تھی کہ مختلف قسم کے گناہوں میں مبتلا لوگ آہستہ آہستہ ان گناہوں کو ترک کر سکے، تربیت پاسکے اور روحی کمال تک پہنچنے کے لیے راہ ہموار ہو جائے۔

قرآن اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے: ہم نے قرآن کو ایک دفعہ آپ پر نازل نہیں کیا، تا کہ آپ آہستہ آہستہ لوگوں پر اس کی تلاوت کریں (تاکہ وہ تربیت پائے):

(لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ؛)

تاکہ آپ اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو پڑھ کر سنائیں))۔[9]

یہ اس لیے ہے کہ تربیت کے کام میں کافی وقت لگتا ہے۔

قرآنی نص کے مطابق رسالت کے آخری سالوں میں، لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے

( يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا )

اور آپ لوگوں کو فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوتے دیکھ لیں))۔[10]

جنہوں نے حجۃ الوداع میں شرکت کی تاریخی سند کے مطابق ، ان کی تعداد 80 ہزار سے 120 ہزار اندازہ لگایا گیا ہے۔

ان حاجیوں کی زیادہ تعداد دور دراز کے قبائل سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے شاید زندگی میں ایک بار وہ بھی دور سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کی سعادت حاصل کی ہوگی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان اس بات کو کیسے قبول کرے کہ ایکبار حضورؐ کو دیکھنے سے وہ افراد اس قدر پاک و پاکیزہ ہو گئے کہ عدالت کی صفت ان کی جان میں رسوخ کر گئی ؟

اگر ایسی بات ممکن تھی تو قرآن کو بتدریج نازل کرنے کی حکمت کیا تھی؟

اور اگر ایک لمحے کی دیدار یا مصاحبت اس قدر عظیم خاصیت رکھتی ہے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج تو مصاحبت اور ہمراہی کے بہترین نمونے ہیں، ان کے بارے میں یہ خصوصیت بیان کیوں نہیں ہوئی ہے؟ جبکہ اس کے برخلاف واضح طور پر قرآن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے بارے میں فرماتا ہے :

(يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُصَغَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ،)

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی صریح بے حیائی کی مرتکب ہو جائے اسے دگنا عذاب دیا جائے گا))۔[11]

( فَخَانَتْهُمَا فَلَمْ يُغْنِيا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا؛ )

گر ان دونوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی تو وہ اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔))۔[12]

اگر پیغمبر کی مصاحبت کی یہ خاصیت ہے تو یہ صفت پیغمبر کے فرزند میں بطریق اولیٰ ہونی چاہیے جبکہ قرآن حضرت نوح کے فرزند کے بارے میں فرماتا ہے ((

( إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ؛ )

یہ غیر صالح عمل ہے))۔[13]

یہاں تک کہ اللہ نے حضرت نوح کو ہوشیار کیا کہ اپنے بیٹے کی شفاعت نہ کریں اور اس کی نجات کی درخواست نہ کریں

( فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ؛ )

لہذا جس چیز کا آپ کو علم نہیں اس کی مجھ سے درخواست نہ کریں))۔[14]

قرآنی نصوص کے بعد ہم کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ جس شخص نے زندگی میں صرف ایکبار پیغمبرؐ کو دیکھا ہے اسے آپ کا صحابی کہا جائے یہاں تک کہ اس کے خلاف لب کشائی تک نہیں کر سکتے؟

تیسرا نکتہ:

شیعہ اور بعض روشن خیال اہل سنت دانشور، صحابہ کو دوسرے راویوں کی طرح جانتے ہیں ایسے لوگ جن کے درمیان نیک اور باتقوا لوگ بھی تھے تو ایسے منافقین جو بظاہر خود کو مسلمان کہلاتے ہیں وہ بھی مسلمانوں

کے درمیان موجود تھے یہاں تک کہ قرآن کے بیان کے مطابق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں نہیں پہچانتے تھے۔

قرآن اس بارے میں خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے :

(وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النَّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ)،

اور خود اہل مدینہ میں بھی ایسے منافقین ہیں جو منافقت پر اڑے ہوئے ہیں، آپ انہیں نہیں جانتے (لیکن) ہم انہیں جانتے ہیں۔)[15]

اسی دلیل کی بنیاد پر تمام صحابہ کو علم رجال کے معیار کے مطابق پرکھنا چاہیے تاکہ دینی مسائل کو صحابہ کی جگہ منافقین سے اخذ نہ کر لیں کہ ایسی صورت میں اسلام اور دینی ثقافت کو بہت بڑا نقصان پہنچے گا۔ درحقیقت صحابہ کے بارے میں شیعہ نظریہ وہی قرآنی نظریہ ہے۔

قرآن نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو تین گروہ میں تقسیم کیا ہے:

1:۔ صالح اور نیک شخصیات

صحابہ کا پہلا گروہ مؤمن اور جانثار لوگوں پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا:

(وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ)،

اور مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے سب سے پہلے سبقت کی اور جو نیک چال چلن میں ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے)[16]

(وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ)

کی عبارت سے سمجھ آتا ہے کہ تابعین ایسی صورت حال میں اہل نجات ہونگے جب وہ نیکی میں صحابہ کی پیروی کریں۔ اس کا مطلب یہ ہے:

پہلا یہ کہ:

یہ ممکن ہے کہ صحابہ غیر شائستہ اعمال کے مرتکب ہوں۔

دوسرا یہ کہ:

ان کے ناصالح اعمال کی پیروی باعث نجات نہیں ہے۔ درحقیقت ((احسان)) کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن نے مکمل طور پر صحابہ کی تائید نہیں کی بلکہ بشرط احسان ان کی پیروی پر تائید کا مہر لگا دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ ((احسان)) ان کاموں کی صفت ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ اس صورت میں ((باحسان)) میں حرف "باء" "فی" کا معنی دیتا ہے۔[17]

قرآن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے صحابہ کی تعریف میں بیان فرماتا ہے:

(أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ)

اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں، آپ انہیں رکوع، سجود میں دیکھتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہیں سجدوں کے اثرات سے ان کے چہروں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ [18]

اس آیت میں ان صفتوں کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ سارے صحابہ اس میں شامل ہو جائے لیکن آیت کے آخر میں جب مغفرت اور ثواب آخرت کا ذکر ہوا تو صرف ان صحابہ کو ذکر کیا ہے جن کے صالح اعمال ہوں، (وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا)۔ [19]

(وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ)

میں "من" تبعضیہ ہے اس پر توجہ کرتے ہوئے "منہم" کی عبارت، اس بات کو بیان کرتی ہے کہ ثواب کا وعدہ صحابہ کے ایک گروہ سے مخصوص ہے۔

در حقیقت آیت کا یہ معنی ہوگا کہ تمام صحابہ اعمال صالح والے نہیں ہیں بلکہ ان میں سے صرف کچھ لوگ ہی عمل صالح والے ہیں۔

بہر حال اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں بعض افراد ایسے ہیں جو پاک اور نیک ہیں اور اپنے اس مقام کی پاسداری کرتے ہوئے (رضی اللہ عنہم)

کا ایوارڈ حاصل کرچکے ہیں، جیسا کہ دوسری آیات میں (اَوْ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ، )

اور کچھ آخرت کے خواہاں [20]

کے عنوان سے تعریف کی گئی ہے۔

شیعہ نظریے کے مطابق تمام آیات اور روایات جو صحابہ کی تعریف میں بیان ہوئی ہیں اسی گروہ سے متعلق ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اپنے ایمان کے وعدے پر قائم رہے اور ایمان کی حالت میں وفات پائے یا حضور کی رکاب میں جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علیؑ سے وعدہ وفا کیا یا اسی عقیدے پر قائم رہے یا حضرت علیؑ کی رکاب میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ان صحابیوں کی تعداد کم نہیں جو شروع ہی سے یا بعد میں حضرت علیؑ کے ساتھ مل گئے اور جنگ میں آپ کے ساتھ رہے۔

ذہبی نے سعید بن جبیر سے نقل کیا: جنگ جمل میں 800 انصاری صحابی شریک تھے ان میں سے 400 وہ لوگ تھے جنہوں نے بیعت رضوان میں پیغمبرؐ کے ساتھ بیعت کیے تھے۔ [21]

وہ لکھتے ہیں: جنگ جمل میں 130 اصحاب نے شرکت کی جو جنگ احد میں شریک تھے۔ اس کے علاوہ 1500 دوسرے اصحاب اس جنگ میں حضرت علیؑ کے ساتھی تھے۔ [22]

مسعودی جنگ صفین میں شرکت کرنے والے صحابہ کی تعداد کو 2800 جن میں سے 87 جنگ بدر کے صحابہ اور 900 بیعت رضوان کے اصحاب تھے۔ [23]

شیعہ صحابہ کے اس عظیم گروہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک ترین صحابیوں میں شمار کرتے

ہیں جنہوں نے  
(رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ [24])  
کا ایوارڈ حاصل کر لیا ہے۔

(ب) خطاکار اور فاسق مومن  
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابیوں کا ایک گروہ ایسا ہے جو کبھی کبھی گناہ و خطا کے مرتکب ہوتے  
ہیں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ  
(رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ [25])  
کے دو آیتوں کے بعد گناہ گار صحابہ کا ذکر کیا ہے  
(وَ آخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا، )  
اور کچھ دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا انہوں نے نیک عمل کے ساتھ دوسرے برے عمل کو  
مخلوط کیا [26])

قرآن نے ان میں سے بعض افراد کو "فاسق" کہا ہے:  
(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ؛)  
اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو...) [27]  
مفسرین کی رائے کے مطابق یہ آیت "ولید بن عقبہ" کے بارے میں ہے جن کا شمار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کے صحابیوں میں ہوتے ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی المصطلق سے زکات کی جمع آوری  
ان کے سپرد کی لیکن انہوں نے پرانی دشمنی کی وجہ سے خبر دی کہ وہ قبیلہ زکات دینا نہیں چاہتے ہیں لہذا  
اس خبر کو سن کر مسلمان ان سے جنگ کے لیے تیار ہوئے۔ قرآن نے اس آیت کے نزول سے ((ولید بن عقبہ)) کو  
فاسق کہا ہے۔ [28]

(ج) منافقین  
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد کے لوگوں میں تیسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنا حقیقی  
چہرہ چھپایا اور صحابہ بن گئے ، لیکن اسلام کی ترقی کو روکنے کے لیے ہمیشہ سازشیں کرتے رہے۔  
قرآن نے

(رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ [29])  
کے فوراً بعد اس گروہ کے بارے میں فرمایا:  
(وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النَّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ، )  
اور تمہارے گرد و پیش کے بدوؤں میں اور خود اہل مدینہ میں بھی ایسے منافقین ہیں جو منافقت پر اڑے ہوئے  
ہیں، آپ انہیں نہیں جانتے (لیکن ہم انہیں جانتے ہیں)۔ [30]

مفسرین کی رائے کے مطابق سورہ توبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی سب سے آخری سورت  
ہے، اس سورت کے نزول کے وقت عبداللہ بن ابی جیسا مشہور منافق زندہ نہیں تھا لہذا آیت میں منافقین سے  
مراد دوسرے منافقین ہیں جو آخری ایام تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد موجود تھے لیکن  
انہوں نے ایسے ظاہری خول چڑھائے ہوئے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں پہچان نہیں  
پائے۔

جب نزول قرآن کے آخری ایام میں ایسے پنہاں چہرے مسلمانوں کے درمیان موجود تھے تو کیا یہ طریقہ درست ہے کہ ہم اس حقیقت سے چشم پوشی کریں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد رہنے والے تمام لوگوں کو جرح اور تعدیل سے بالاتر مان لیں؟

شیعوں کا عقیدہ اسی حقیقت کی بنا پر ہے لہذا شیعہ ان تین گروہ میں سے صرف پہلے گروہ کو عادل سمجھتے ہیں۔ اور صرف یہی وہ لوگ ہیں جو (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ [31]) کے مستحق ہیں۔ اور دوسرے دو گروہ اس مقام کے لائق نہیں ہیں۔

لہذا صحابہ کو علم رجال کے معیار کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے تاکہ کہیں ناخواستہ (اخذ دین کے سلسلے میں) جہل و نادانی سے دوچار نہ ہو جائیں۔

چوتھا نکتہ:

وہ لوگ جو تمام صحابہ کی عدالت کے قائل ہیں وہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے قرآن کی بعض آیات سے استناد کرتے ہیں، یہ آیات ان کے دعوے کو ثابت نہیں کرتیں بلکہ اس کے دعوے کے برخلاف دلالت کرتی ہیں۔ صحابہ کی عدالت کو ثابت کرنے کے لیے جن آیات سے استناد کیا گیا ہے سب سے اہم آیات وہی دو آیتیں تھیں جنہیں پچھلے صفحات پر ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ یعنی سورہ توبہ آیت نمبر 100 جس میں صحابہ کو (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)

یاد کیا گیا تھا۔ اور سورہ فتح آیت 29 جس میں صحابہ کو اس توصیفی جملے (أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) سے یاد کیا گیا تھا۔

لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ اس جملے (وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ يَأْخُصَانِ) [32]

میں ((باحسان)) کی شرط اور آیت

(وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ) [33]

میں ((من تبعیضیہ)) اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)

کی خصوصیت بعض صحابہ کے لیے ہے تمام اصحاب کے لیے نہیں۔

اس کے باوجود اگر ان آیات سے عام صحابہ مراد ہوں تو بھی تمام صحابہ کی عدالت کو ان آیات سے ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن کی روش یہ نہیں کہ تمام باتوں کو اکھٹے ایک جگہ بیان کر دے بلکہ کبھی اطلاقات اور عموماً کو ایک جگہ، اس کے قیود اور استثنائات کو دوسری جگہ بیان کرتا ہے۔

دوسری آیات کے مختصر مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ سے اللہ راضی نہ تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ

(رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)

کا جملہ تمام صحابہ کے لیے نہیں ہے۔

بہر حال اس موضوع سے متعلق آیات کو تین گروہ میں بیان کر سکتے ہیں:

الف) صحابہ کے اصناف کو بیان کرنے والی آیات

صحابہ سے متعلق آیات کا جائزہ لینے سے پتا چلتا ہے کہ نیک اور صالح صحابہ کے علاوہ بھی کئی دوسرے گروہ مسلم سوسائٹی میں رہتے تھے ذیل میں انہیں گروہوں کا جائزہ لیں گے:

1۔ منافقین: قرآن نے اس گروہ کا مکرراً ذکر کیا ہے، ایسا گروہ جو مسلمانوں کے درمیان رہتے تھے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان انہیں نہیں پہچانتے تھے۔

(وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النَّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ،)

اور تمہارے گرد و پیش کے بدوؤں میں اور خود اہل مدینہ میں بھی ایسے منافقین ہیں جو منافقت پر اڑے ہوئے ہیں، آپ انہیں نہیں جانتے (لیکن ہم انہیں جانتے ہیں)۔ [34]

2۔ بیمار دل لوگ: (ضعیف الایمان افراد) قرآن اس بارے میں فرماتا ہے:

(وَ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَ رَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا،)

اور جب منافقین اور دلوں میں بیماری رکھنے والے کہہ رہے تھے: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا۔ [35]

3۔ وہ مسلمان جن کے دلوں میں ایمان رسوخ نہیں کرچکا تھا: قرآن فرماتا ہے:

(قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَ لَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ،)

بدوی لوگ کہتے ہیں: ہم ایمان لائے ہیں۔ کہہ دیجئے: تم ایمان نہیں لائے بلکہ تم یوں کہو: ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ [36]

4۔ منفعت طلب لوگ جو زکات کی خاطر ایمان لے آئے تھے: قرآن فرماتا ہے:

(إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسْكِينِ وَ الْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ،)

یہ صدقات تو صرف فقیروں، مساکین اور صدقات کے کام کرنے والوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مقصود ہو [37]

5۔ موقع پرست لوگ جو کفر پر لوٹنے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے: قرآن فرماتا ہے :

(وَ مِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ،)

اور ان بدوؤں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور اس انتظار میں رہتے ہیں کہ تم پر گردش ایام آئے) [38]

ان گروہ اور اصناف کو قرآن میں بیان کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کو ایک معیار سے دیکھنا اور سب کو جرح و تعدیل سے بالاتر سمجھنا درست نہیں ہے۔

ب) عام توبیخی آیات:

بعض آیات میں خطا اور غلطی عام اور جمع کی صورت میں صحابہ سے نسبت دی گئی ہے۔ منجملہ آیات:

1۔ گناہ اور خطا: قرآن اس بارے میں فرماتا ہے:

(وَ آخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا،)



اور کچھ دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا انہوں نے نیک عمل کے ساتھ دوسرے برے عمل کو مخلوط کیا)) [39]

2۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی:

( وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ )

اور بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا جب تم اللہ کے حکم سے کفار کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ تم خود کمزور پڑ گئے اور امر (رسول) میں تم نے باہم اختلاف کیا اور اس کی نافرمانی کی)) [40]

جیسا کہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ اس آیت میں خدا نے جنگ احد کے سپاہیوں سے گناہ اور خطا کی نسبت دی ہے، اس کے باوجود کیا ہم صحابہ کی تعریف میں کہہ سکتے ہیں کہ جس کسی نے بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو اگرچہ قلیل مدت کے لیے ہی کیوں نہ ہو وہ جرح و تعدیل سے بالاتر ہے اور کسی کو ان کی عدالت کو شک کی نگاہ سے دیکھنے کا حق نہیں ہے؟

3۔ جنگ سے فرار: قرآن اس بارے میں، جنگ حنین میں مسلمانوں کے فرار کی جانب اشارہ کرتا ہے اور فرماتا ہے:

( وَ ضَاقَتْ عَلَيكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّذَبِّحِينَ )

اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے) [41]

1- ترک جہاد کے لیے بہانہ: قرآن اس بارے میں ہجرت کے نویں سال میں پیش آئی جنگ تبوک، کی جانب

اشارہ کر کے فرماتا ہے

(وَ إِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَ يَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِنْهُمْ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنَّ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ...)

اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت طلب کر رہا تھا یہ کہتے ہوئے: ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے، وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے۔)) [42]

5- رمضان کے مہینے میں موضوع جماع میں خیانت:

قرآن اس بارے میں بعض صحابہ کے خیانت کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ وہ شب ماہ رمضان میں بعض محرمات کے مرتکب ہوئے تھے اللہ نے اسے ظاہر کیا اور فرمایا:

(عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ ،)

اللہ نے دیکھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے۔)) [43]

6- جنگ احد میں دنیا طلبی:

اس بارے میں قرآن نے بعض صحابہ کے دنیا طلبی کے موضوع کو بیان فرمایا ہے:

(مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا،)

تم میں سے کچھ طالب دنیا تھے۔ [44]

۷- پیغمبر کو جمعہ کا خطبہ پڑھتے ہوئے اکیلے چھوڑ کے تجارت کے لیے چلے جانا:

قرآن اس بارے میں فرماتا ہے:

(وَ إِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَ تَرَكُوكَ قَائِمًا،)

اور جب انہوں نے تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھ لیا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو کھڑے چھوڑ دیا۔ [45]

۸- قلبی اور زبانی تضاد:

(سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُولُونَ بِالسِّنَةِ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ، )

صحرا نشین جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ جلد ہی آپ سے کہیں گے: ہمیں ہمارے اموال اور اہل و عیال نے مشغول رکھا لہذا ہمارے لیے مغفرت طلب کیجیے، یہ اپنی زبانوں سے وہ بات کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ [46]

۹- گفتار اور کردار میں تضاد:

قرآن اس بارے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ،)

اے ایمان والو! تم وہ بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو؟ [47]

۱۰- اسلام لانے کے لیے احسان جتنا:

قرآن اس بارے میں فرماتا ہے:

(يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَيْتُكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ،)

یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کیا، کہدیجئے: مجھ پر اپنے مسلمان ہونے احسان نہ جتاؤ بلکہ اگر تم سچے ہو تو اللہ کاتم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی۔ [48]

11- نماز جماعت میں آنکھ مارنا:

بعض مفسرین نے اس آیت کی

(وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ،)

اور بتحقیق ہم تم میں سے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی جانتے ہیں۔ [49]

شان نزول میں بیان کیا ہے کہ:

ایک خوبصورت عورت، پیغمبر کی جماعت میں نماز کے لیے حاضر ہوتی تھی، بعض صحابہ اس لیے کہ ان کی اس عورت پر نگاہ نہ پڑے، پہلی صف میں جا کر کھڑے ہوجاتے تھے، اس کے برخلاف کچھ صحابہ آخری صف میں کھڑے ہوجاتے تھے تاکہ رکوع کے دوران اس عورت کو دیکھ سکے۔ ان کی تنبیہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [50]

ج: توبیخی خاص آیات:

قرآنی آیات کی کچھ تعداد خاص کر بعض صحابہ کی توبیخ کے لیے نازل ہوئیں ہیں۔ منجملہ:

۱- ولید بن عقبہ:

وہی جو عثمان کی دور حکومت میں کوفہ کا والی بنا اور مستی کی حالت میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی۔

انہوں نے پیغمبر کے زمانے میں کسی قبیلے کے بارے میں جھوٹی رپورٹ دی، اللہ نے اس آیت میں

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ) [51]

اسے فاسق کہہ دیا۔ [52]

۲- عبداللہ بن ابی سرح:

مصر میں عثمان کا والی، رسول خدا نے اس کے خون کو مباح فرمایا تھا۔ سورہ انعام کی آیت ۹۳ اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اس آیت میں بیان ہوئی ہے:

(وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ،)

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی ہوئی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں ہوئی۔}

3- ثعلبہ بن حاطب:

وہ صحابی جو ہمیشہ، پیغمبر کی جماعت میں حاضر ہوتا تھا، لیکن اصرار کر کے پیغمبر سے درخواست کی کہ اللہ اسے بہت سارا مال عطا کرے، جب اللہ نے اسے بہت زیادہ مال عطا کیا تو اس نے سب کچھ بھلا دیا یہاں تک کہ زکات دینے سے بھی انکار کیا۔ ذیل کی آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی:

(وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللَّهُ لَنِئَاءَتِنَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ، فَلَمَّا آتَتْهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَ تَوَلَّوْا وَ هُمْ مُّعْرِضُونَ،)

ہمیں اپنے فضل سے نوازا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور ضرور نیک لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔ لیکن جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نوازا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور (عہد سے) روگردانی کرتے ہوئے پھر گئے۔} [53]

4- جنگ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے تین افراد، مسلمانوں نے رسول خدا کے حکم پر ان سے قطع تعلق کیا تھا اور یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی تھی۔

(وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ،)

اور ان تینوں کو بھی (معاف کر دیا) جو (تبوک میں) پیچھے رہ گئے تھے، جب اپنی وسعت کے باوجود زمین ان پر تنگ ہو گئی تھی اور اپنی جانیں خود ان پر دوبھر ہو گئی تھیں۔} [54]

یہ ان آیات کا صرف ایک حصہ ہے جو صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اگر کسی اور موضوع کے بارے میں صرف ایک خاص آیت نازل ہوتی تو عام کی عمومیت کو خاص کرنے کے لیے کافی تھا لیکن چونکہ موضوع صحابہ ہے لہذا کچھ لوگوں کی نگاہ میں

(رضی اللہ عنہم)

کی عمومیت باقی ہے۔

پانچواں نکتہ:

عدالت مطلق صحابہ کے دعوے داروں نے ان آیات کے علاوہ روایات سے بھی استناد کیے ہیں۔ منجملہ پیغمبرؐ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

{اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم،}

میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاو گے۔} [55]

اسی طرح فرمایا:

(اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوہم غرضاً من بعدی، من احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم،)

خدارا خدارا میرے بعد میرے اصحاب پر حملہ مت کرو، جو کوئی بھی ان کو دوست رکھے گا خدا اس کو دوست رکھے گا جو کوئی بھی ان کو دشمن رکھے گا مجھے دشمن رکھے گا۔ [56]

اسی طرح فرمایا:

(لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ انْفَقَ مِثْلَ أَحَدِ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مَدَّ أَحَدُهُمْ وَلَا نَصْفَهُ، )

میرے اصحاب کو گالی مت دو، اگر تم احد کے پہاڑ کے برابر سونا انفاق کرو تو بھی ان ایک مد یا نصف مد انفاق کے برابر نہیں ہوگا) [57]

ان احادیث کے جواب میں چند نکات بیان کریں گے:

پہلا نکتہ:

ان احادیث کے سند کی جانچ پڑتال نہیں کرتے۔

یہ احادیث پیغمبرؐ کے اصحاب کے خاص گروہ کے متعلق ہیں وہ لوگ جن کے دل و جان میں عدالت کی صفت راسخ ہو چکی ہے اور

(رضی الی عنہم و رضوا عنہ)

کا اعزاز اپنے نام کر چکے ہیں۔ لیکن صحابہ کا وہ گروہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ان احادیث میں وہ شامل نہیں ہونگے۔

دوسرا نکتہ:

جس طرح پیغمبرؐ نے ان احادیث میں خطاب کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مخاطب صحابہ نہیں ہیں کیونکہ ان احادیث میں حضور نے ایک گروہ کو مخاطب کر کے صحابہ کی سفارش کی ہے یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے مخاطب صحابہ نہیں تھے کیونکہ اگر مخاطب صحابہ ہی تھے تو کوئی اور باقی نہ رہتا جس سے صحابہ کی سفارش کرتے۔ اس سے یہ نکتہ استفادہ ہوتا ہے کہ آپ کے سامعین عام لوگ تھے جن سے پیغمبرؐ نے صحابہ کی سفارش کی۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ انہیں احادیث میں توجہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ مخاطبین میں سے نہیں تھے اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ وہ لوگ جو اس دن آپ کے حضور حاضر تھے، انہیں آپ نے اصحاب میں شمار نہیں کیا بلکہ صرف ان سے صحابہ کی سفارش کی۔

تیسرا نکتہ:

اگر مذکورہ احادیث کا معنی تمام اصحاب کی عدالت ہو تو دوسری بہت سے احادیث سے متعارض ہے۔ معتبر اہل سنت مصادر میں بہت زیادہ تعداد میں احادیث نقل ہوئی ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد بعض صحابہ اپنی روش میں تبدیلی لے آئے بلکہ کچھ لوگ آپ کی رحلت کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

مثال کے لیے یہاں چند نمونے بیان کریں گے:

۱۔ بخاری نے ابی بن وائل سے اس نے عبداللہ اور اس نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

(انافرطکم علی الحوض و لیعرفن رجال منکم ثم لختلجنّ دونی فاقول: یا ربّ اصحابی، فیقال: انک لاتدری ما احدثوا بعدک،)

میں حوض کے کنارے تمہارا انتظار کروں گا، تم میں سے ایک گروہ کو میرے پاس لے آئیں گے لیکن ان کو میرے قریب ہونے سے روکا جائے گا، میں کہوں گا:

اے اللہ یہ میرے اصحاب ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا ہے۔}[58]

یہ حدیث متن میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ صحیح بخاری اور مسلم میں مکرر نقل ہوئی ہے۔[59]

2- بخاری نے ابوبکر سے روایت نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ فرمایا:

(”يُرَدُّ عَلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِي فَيَجْلُونَ عَلَى الْحَوْضِ فَقَوْلُ: يَا رَبِّ، أَصْحَابِي، يَقُولُ: لَا أَعْلَمُ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ أَنْهُمْ ارْتَدَّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى“)

قیامت کے دن میرے صحابہ کا ایک گروہ کو میرے پاس لایا جائے گا لیکن انہیں حوض کے قریب ہونے سے روکا جائے گا، میں کہوں گا بارالہا یہ میرے اصحاب ہیں۔ اس وقت خدا جواب دے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے، یہ جاہلیت کے ایام میں لوٹ چکے ہیں۔“[60]

3- مزے کی بات یہ ہے کہ کچھ احادیث کے مطابق، بعض صحابہ نے روش کی تبدیلی کا خود ہی اعتراف کیا ہے۔

بخاری نے علا بن مسیب اس نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ اس نے براء بن عازب سے کہا:

(”طوبى لك صحبت النبى و بایتعه تحت الشجرة“)

خوش نصیب ہو تم کہ پیغمبر کے ساتھ رہے اور درخت کے نیچے {بیعت رضوان کے وقت} ان کی بیعت کی۔ اس نے جواب دیا:

(”يابن اخى انا لم تدرى ما احدثنا بعده“)

اے بیٹے تمہیں نہیں معلوم ہم نے ان کے بعد کیا کیا ہے۔“[61]

ام المومنین حضرت عائشہ کے سامنے پیغمبرؐ اور حضرت ابوبکر کے پاس ان کے دفن کرنے کی بات چھڑ گئی تو انہوں نے کہا:

(”انّی احدثت بعد رسول الله حدثا ادفنونی مع ازواجه فدفنت بالبقیع“)

میں نے پیغمبرؐ کے بعد {برے} کام کیے ہیں لہذا مجھے دوسرے ازواج کے ساتھ بقیع میں دفن کردو، اس لیے وہ بقیع میں دفن ہوئیں۔“[62]

یہ احادیث اور اسی طرح تاریخی سند اور متون اس بات کو بیان کرتے ہیں صحابہ کی تعریف میں نقل ہوئی احادیث:

پہلا یہ کہ:

تمام صحابہ کو شامل نہیں ہوتیں۔

دوسرا یہ کہ:

اگر تمام صحابہ ان میں شامل ہیں تو بھی اس شرط پر کہ آئندہ وہ اپنے رفتار و کردار میں تبدیلی نہیں لائیں گے۔

تیسرا یہ کہ:

خود صحابہ بھی ان آیات اور روایات کو مطلق نہیں سمجھتے تھے بلکہ {ایمان و عمل صالح} پر استمرار اور ثابت قدمی کے ساتھ مشروط جانتے تھے۔

چھٹا نکتہ:

ایک خاص گروہ کی جانب سے تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ تاریخی حقائق کے موافق نہیں ہے کیونکہ تاریخ

واضح طور سے گواہی دیتی ہے کہ بعض صحابہ مختلف فساد اور تباہی کے مرتکب ہوچکے تھے۔ یہاں تک کہ خود صحابہ بھی ایک دوسرے کی عدالت کے قائل نہیں تھے وہ ایک دوسرے کے مقابل میں کھڑے ہوکر ایک دوسرے کے خون کو مباح سمجھتے تھے اور ان میں سے سینکڑوں کی تعداد ایک دوسرے کے ہاتھوں خاک و خوں میں غلطاں ہوچکے تھے۔ تمام صحابہ کے عادل نہ ہونے کے واقعات کی تعداد بہت زیادہ ہیں یہاں مثال کے لیے چند نمونے پیش کریں گے:

۱- پیغمبرؐ کے توسط حد و د کا اجرا، تمام صحابہ سے عدالت کو نفی کرنے کے لیے کافی ہے۔ اگر تمام صحابہ عادل تھے اور ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوئے ہوتے تو پیغمبرؐ کے زمانے میں ان پر حدود الہی کو کس طرح جاری کیا جاتا تھا؟

پیغمبرؐ کا صحابہ نعیمان نے شراب حرام ہونے کے بعد شراب پی لیا پیغمبرؐ نے اسے نعال سے مارنے کا حکم دیا۔ [63]

بخاری نے ایسے افراد کے بارے میں روایات نقل کیا ہے جو زنا کے مرتکب ہونے کے بعد حدود الہی کی نفاذ کے لیے پیغمبرؐ کے پاس آئے، منجملہ زنائے محسنہ کا مرتکب ہونے والا قبیلہ بنی اسلم کا ایک شخص، پیغمبرؐ کے حکم سے سنگسار ہوا۔ [64]

سورہ نور میں بیان شدہ افک کے واقعے کے بعد، پیغمبرؐ کے بعض ساتھیوں پر قذف کا حد جاری کیا گیا۔ [65]

واقعات کے ان نمونوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ عدالت صحابہ کا نظریہ بے بنیاد ہے۔

۲۔ ولید بن عقبہ { خلیفہ سوم کا والی کوفہ } نے تیسرے خلیفہ کے دور خلافت میں شراب پی لیا اور مست ہوکر صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی۔ اس کے بعد اسے مدینہ بلایا گیا اور اس پر شراب کی حد جاری ہوئی۔ [66]

۳۔ خالد بن ولید- صحابہ کا یہی گروہ- بے بنیاد بہانے پر مالک بن نویرہ -صحابی - کو قتل کیا اور اسی رات اس کی بیوی سے ہم بستری کی۔ [67]

۴۔ مغیرہ بن شعبہ نے زنا کیا اور کافی لوگوں نے اس کے اس فعل کی گواہی دی جبکہ وہ بیعت رضوان میں شریک ہونے پر مفتخر تھا۔ [68]

5۔ ابوذر- صحابی- کا تیسرے خلیفہ سے جھگڑا اور ربذہ [69]

میں جلا وطنی ایک اور تاریخی گواہ ہے کہ صحابہ ایک دوسرے کو لعن طن کرتے اور ایک دوسرے کی عدالت کے قائل نہ تھے۔

6- پیغمبرؐ کے بزرگ صحابہ جیسے ابن مسعود، ابودرداء، حذیفہ، عمار یاسر، اور دوسرے صحابہ [70] سے دوسرے اور تیسرے خلیفہ کا برا سلوک اس بات کی دلیل ہے کہ عدالت صحابہ کا نظریہ اور صحابہ کے کردار میں کوئی ربط نہیں ہے۔

۷- وہ لوگ جنہوں نے تیسرے خلیفہ کے قتل میں شرکت کی اکثر صحابہ تھے۔ [71]

۸- طلحہ و زبیر جنہوں نے امام علی کے خلاف جنگ لڑی اور اس جنگ میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ مارے گئے، وہ پیغمبرؐ کے صحابہ تھے۔ [72]

۹- معاویہ بن ابی سفیان- خال المومنین- پیغمبرؐ کے صحابہ تھے جن کے ہاتھ ہزاروں بے گناہ کے خون سے آلودہ ہے۔ حجر بن عدی - پیغمبرؐ کے قریبی صحابی- اور ان کے چھ ساتھی معاویہ کے حکم پر مارے گئے۔ [73]  
معاویہ نے مسلمانوں کے برحق خلیفہ کی پیروی نہیں کی اور جنگ صفین میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ مارے گئے اور زخمی ہو گئے اور اس جنگ میں عمار یاسر جیسے بزرگ صحابی شہید ہوئے۔ [74]

قرآن مجید صحابہ کی خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:  
(رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ،)

اور آپس میں مہربان ہیں۔ [75]

لہذا اگر صحابہ کے دو گروہ میں جنگ پیش آئے تو کم سے کم کسی ایک گروہ کو صحابہ کی لسٹ سے نکال لیں، کیونکہ جو علامت قرآن نے بیان کیا ہے اگر دونوں گروہ صحابہ ہوتے تو ان کے درمیان لڑائی نہیں ہوتی لیکن جب ان کے درمیان جنگ پیش آیا تو دونوں گروہ میں سے ایک گروہ کو صحابہ نہیں کہا جائے گا۔ اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جنگ جمل اور جنگ صفین کے بارے میں کیا رائے دیں گے؟  
خدا کی تکذیب کریں یا ان میں سے ایک گروہ کو صحابہ نہ سمجھیں۔

نادرست تاویلات

وہابی اور وہابی بمفکروں نے جب عدالت صحابہ کے نظریے اور صحابہ کے عمل کو ایک دوسرے کے برخلاف دیکھا تو عجیب غریب قسم کی تاویلات کرنے لگے ہیں۔

بعض دفعہ وہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ مجتہد تھے اور ان کی خطا اجتہادی غلطی تھی۔

ڈاکٹر ذہبی جنگ جمل کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

(انہا{عائشہ}ما فعلت الا متاولۃ قاصدة للخیر كما اجتهد طلحہ بن عبید اللہ والزبیر بن عوام و جماعة من الکبار،)  
انہوں{عائشہ} نے جنگ جمل برپا نہیں کیا مگر یہ کہ یہ ان کا اجتہاد تھا۔ ان کی نیت خیر تھی، جیسا کہ طلحہ و زبیر اور دوسرے بزرگوں کی اجتہادی رائے یہی تھی۔ [76]

ان لوگوں نے اس قسم کی تاویل پیش کر کے ان کے ہر جرم اور خیانت کو اجتہادی خطا تسلیم کر کے انہیں نہ صرف ہر قسم کی گناہ سے مبرا سمجھتے ہیں بلکہ اس قاعدہ

( ' ' للمخطیء اجر واحد، )

جس مجتہد نے اجتہاد میں خطا کی اس کو ایک ثواب ملے گا۔

کی بنیاد پر پروردگار کے پاس اجر و ثواب کے قائل ہیں۔

وہابی صحابہ کے کردار سے بحث نہ کرنے کے لیے موضوع کو تبدیل کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں صحابہ اور ان کے کردار کے بارے میں گفتگو کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے:

( "تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَ لَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ" )

یہ گزشتہ امت کی بات ہے، ان کے اعمال ان کے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے، تم لوگوں سے (گزشتہ امتوں کے بارے میں) نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔ [77]

لیکن یہ بات قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اگر صحابہ کے اعمال، گفتار اور رفتار دوسروں کی ہدایت کے لیے کوئی تاثیر نہ رکھتے اور دین و اخلاق کو ان سے نہیں سیکھتے تو یہ بات قابل قبول تھی۔ اب جبکہ وہ پیغمبرؐ کے صحابہ ہیں اور آنے والی نسلیں ان کو نمونہ عمل قرار دے کر اپنے دین کو ان سے سیکھنا چاہتے ہیں تو ان کے اعمال کو کیسے نظر انداز کریں؟

تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک طرف سے وہابی صحابہ کی ہر غلطی اور گناہ کو اجتہادی غلطی اور علمی فتوا فرض کرتے ہیں لیکن دوسری جانب سے چودہ قرائات کے مطابق صبح و شام قرآنی آیات کی تلاوت کرتے ہیں جن میں یہ ایسے پیغمبروں کا ذکر ہے جنہیں ایک "ترک اولیٰ" کی وجہ سے سزا ملی۔

حضرت یونسؑ ایک ترک اولیٰ کی خاطر شکم ماہی میں گرفتار ہو گئے، [78] نوح کی شفاعت ان کے بیٹے کے حق میں قبول نہ ہوئی، [79] اور حضرت آدم کو ان کی غفلت کی خاطر جنت سے نکالے گئے۔ [80]

کیا وہابی نظریے کے مطابق یہ انبیا مجتہد نہ تھے؟

ان کے ترک اولیٰ اللہ کے نزدیک اجتہادی خطا کیوں محسوب نہ ہوئے؟  
برفرض اگر خطا بھی کیے تو عتاب کے بجائے ثواب کے مستحق کیوں نہیں ہوئے؟  
وہابی، صحابہ کے لیے جس فرق کے قائل ہوئے ہیں اگر پیغمبرؐ کے صحابی ہونے کی وجہ سے اسقدر فرق رکھتے ہیں تو اہل بیتؑ کے لیے اس مقام کے قائل کیوں نہیں ہیں؟  
وہ جن کے بارے میں تطہیر کی آیت نازل ہوئی ان سے بغض و کینہ رکھتے ہیں؟  
وہابیوں کی نگاہ میں اہل بیت کا مقام صحابہ کے برابر بھی نہیں ہے؟

ساتواں نکتہ:

( "اصحابی کالنجوم" )

والی حدیث کا اجمالی جائزہ لے چکے ہیں لیکن دوسری احادیث سے زیادہ اس حدیث سے وہابیوں نے استناد کیا ہے لہذا یہاں مستقل طور پر اس کا جائزہ لیں گے۔

پیغمبرؐ نے فرمایا:

( "مثل اصحابی، مثل النجوم یھتدی بہا فبایہم اخذتم بقولہ اھتدیتم، )

میرے اصحاب کی مثال ستاروں کی طرح ہے جس کے بھی قول کو اخذ کرو گے ہدایت پاو گے۔ [81]

یہ حدیث پیغمبرؐ سے نقل ہوئی بھی ہے یا نہیں؟

پیغمبرؐ سے اس قسم کے متن کے صادر ہونے پر بعض محققین، سخت تردید کا شکار ہیں۔ [82]

اگر برفرض یہ متن پیغمبرؐ سے صادر ہوا بھی ہے تو اس کے لحن سے معلوم ہوتا کہ سامعین {مخاطبین} صحابہ نہ تھے کیونکہ پیغمبرؐ کے مخاطب وہ لوگ تھے جنہیں آپؐ نے صحابہ کی سفارش کی۔



یہ بات واضح ہے کہ اگر آپؐ کے تمام مخاطبین صحابہ میں شمار ہوتے تو کوئی فرد باقی نہیں بچتا جسے آپؐ صحابہ کی سفارش کرتے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے اپنی اس حدیث میں صحابہ کو سفارش نہیں کی بلکہ صحابہ کے بارے میں سفارش کی۔ اور ان دونوں باتوں میں کافی فرق ہے۔  
("لاتسبوا اصحابی")

اس عبارت کی جانچ پڑتال میں بھی یہی کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اس حدیث میں ایک گروہ کو مخاطب قرار دے کر صحابہ کی سفارش کی۔

ان مخاطبین سے یقیناً عصر پیغمبرؐ کے لوگ مراد ہے یہاں فرضی مخاطب فرض کرنا درست نہیں ہے۔  
سقیفہ کے بارے میں امام علیؑ کی احادیث میں اس قسم کی تحلیل موجود ہے۔ جب آپؐ نے انصار کو مہاجرین سے کہتے سنا

("منا امیر و منکم امیر")

تو فرمایا: "مہاجرین نے پیغمبرؐ کی اس حدیث سے استناد کیوں نہیں کیا جو آپؐ نے انصار کے بارے میں فرمایا تھا: "ان کے نیک افراد سے نیکی سے پیش آؤ اور بروں کو معاف کردو" [83]

حاضرین نے عرض کیا: رسول خداؐ کی حدیث سے کس طرح انصار کو جواب دیا جاسکتا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا:  
("لو كانت الامامة فيهم لم تكن الوصية بهم")

کیونکہ اگر امامت و حکومت انصار میں ہوتی تو اس بارے میں ان کو سفارش کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ [84]

اس حدیث میں جو باریک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ نے پیغمبرؐ کی انصار کو سفارش سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سفارش ہونے والا گروہ کوئی اور ہے کیونکہ جب کسی کے بارے میں سفارش کی جاتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ امور کی باگ دوڑ اس گروہ کے ہاتھ میں ہے جس کے بارے میں سفارش کی جارہی ہے اور جن سے سفارش کی جارہی ہے ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔

لہذا

("لاتسبوا اصحابی" یا "اصحابی کالنجوم بائیم اقتدیتم اھتدیتم")

جن کو سفارش کی گئی ہے اور جن کے بارے میں سفارش کی گئی ہے دو الگ گروہ ہیں۔ اس نکتے کو ثابت کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیغمبرؐ کے صحابہ آپؐ کے معاصر کچھ افراد ہیں نہ وہ سارے لوگ جنہوں نے آپؐ کو دیکھا ہے۔ ایسی صورت حال میں یہ حدیث تمام صحابہ کی عدالت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ دلیل مدعی سے خاص ہے۔

یادآوری کی جاتی ہے کہ یہ تحلیل ان احادیث کی صحت صدور کی بنیاد پر ہے ورنہ بعض ماہرین حدیث ("اصحابی کالنجوم")

کو جعلی سمجھتے ہیں [85] یا بعض لوگ احادیث کی سند کو مشکوک جانتے ہیں۔

البتہ سند کی مشکل حل ہو جائے تو اس حدیث کے متن میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں صحابہ سے مراد وہی خاص افراد ہیں جنہیں خدا نے قرآن میں جنت کا وعدہ دیا ہے اور پیغمبرؐ کے معاصر تمام افراد مراد نہیں ہے۔

اگر اس حدیث کے مخاطب حقیقی صحابہ کے ندا پر لبیک کہتے اور ان کی اقتدا کرتے تو یقیناً منزل تک پہنچ جاتے کیونکہ صحابہ کا یہ گروہ امیرالمومنین علیؑ کے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ ان کی رہنمائی نہیں کرتے۔

تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کا یہ خاص گروہ اپنے مظلوم مولا کی طرح، پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد خانہ نشین ہو گئے اور کسی نے ان کی آواز نہ سنی۔

آٹھواں نکتہ:

اگر تمام صحابہ اس قدر عظیم مقام کے حامل ہیں اور سب گناہ و خطا سے پاک ہیں تو وہابی حضرات پیغمبرؐ کی اسی قدر عصمت کے کیوں قائل نہیں ہیں؟  
ان کا یہ عقیدہ کیوں ہے کہ آپؐ صرف ابلاغ وحی کے وقت معصوم ہیں؟  
یہ کیسے ممکن ہے جو لوگ پیغمبرؐ کے بارے میں خطا، فراموشی یہاں تک کہ گناہ کے قائل ہیں بعض لوگ صرف ایکبار پیغمبرؐ کو دیکھنے سے ان کے وجود کو عدالت اس طرح لپیٹ لیتی ہے کہ ہر قسم کی خطا اور غلطی سے مبرا ہو جاتے ہیں۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ:

اگر صحابہ عادل ہیں یہاں تک کہ کسی کو ان کے بارے میں گفتگو کرنے کا بھی حق نہیں تو اہل بیتؑ کے لیے اسی مقدار عدالت کے وہابی قائل کیوں نہیں؟

نواں نکتہ:

صحابہ کی احادیث کی حجیت کے بارے میں شیعہ مذہب کا نظریہ یہ ہے کہ صحابہ عام راوی حدیث کی طرح ہے ان میں اور عام لوگوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ان کی عدالت اور وثاقت ثابت نہیں ہے لہذا ان کی احادیث دوسری احادیث کی طرح سند اور دلالت کے لحاظ سے جانچ پڑتال کی جائے گی۔  
دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ راوی کا صحابہ ہونا حدیث کو خاص اعتبار نہیں بخشتی بلکہ اگر ان کی عدالت اور وثاقت ثابت ہو جائے تو حدیث کو اخذ کیا جائے گا ورنہ دوسری صورت میں اس حدیث کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔

یہ قانون وہاں لاگو ہوگا جب صحابہ راوی حدیث کے اعتبار سے پیغمبرؐ یا کسی معصوم سے روایت نقل کرے گا لیکن ان کی ذاتی رائے اور اجتہاد جنہیں بعض لوگ حدیث مسند سمجھتے ہیں [86]، شیعوں کی نگاہ میں اس کے معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

کیونکہ حجیت قول صحابہ پر نہ قرآنی دلیل ہے اور نہ ہی پیغمبرؐ کی احادیث سے قابل اثبات ہے جو کچھ پیغمبرؐ کی احادیث سے قابل اثبات ہے وہ قول پیغمبرؐ اور اہل بیتؑ ہے۔

علامہ طباطبائی اس آیت

(وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ،)

آپ پر بھی ہم نے ذکر اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وہ باتیں کھول کر بتا دیں جو ان کے لیے نازل کی گئی ہیں [87] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہ آیت قرآن کی تفسیر میں قول پیغمبرؐ کی حجیت پر دلالت کرتی ہے اور اہل بیتؑ کی تشریح کی دلیل حدیث ثقلین اور دوسرے دلائل ہیں۔

لیکن امت کے دوسرے افراد جیسے: اصحاب، تابعین، علما کی تشریح حجیت نہیں رکھتی کیونکہ آیت ان کو شامل نہیں ہوتی ہے اور قابل اعتماد نص اس بارے میں نہیں ہے۔" [88]

یہ نکتہ اس قدر واضح اور روشن ہے کہ بعض اہل سنت دانشوروں نے بھی اعتراف کیا ہے منجملہ ابوزہرہ اہل سنت دانشور اس بارے میں لکھتے ہیں:

"حق بات یہ ہے کہ قول صحابی حجت نہیں ہے اللہ نے اس امت کے لیے ہمارے پیغمبرؐ حضرت محمد کے علاوہ کسی کو نہیں بھیجا اور ہمارے لیے صرف ایک پیامبرؐ ہیں۔ کتاب اور پیغمبرؐ کی اتباع پر صحابہ مکلف ہیں اور اگر کوئی کتاب اور سنت پیغمبرؐ کے علاوہ کسی اور چیز کو حجت مانے تو دین خدا کے بارے میں ایسی بات کی ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے" [89]

ایک اور اہل سنت دانشور غزالی، شیعہ عقیدہ کے بمصدا ہو کر صحابہ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"کوئی شخص جس کے لیے ممکن ہے کہ وہ سہو اور غلطی کرے تو وہ معصوم نہیں ہوسکتا لہذا ان کا قول حجت نہیں ہے اس صورت میں ان کے قول سے کیسے استناد کیا جاسکتا ہے؟

یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک گروہ کی عصمت کے قائل ہوجائیں جبکہ ان کے درمیان بہت زیادہ اختلاف موجود ہے؟

یہ کیسے ممکن ہے جبکہ خود صحابہ اس بات پر متفق ہیں کہ صحابی کے قول اور رفتار سے مخالفت کیا جاسکتا ہے۔" [90]

نتیجہ:

شیعوں نے قرآنی تعلیمات کے مطابق لوگوں کی صلاحیت کو جانچنے کے لیے صرف قرآن کو بنیاد قرار دیا ہے اور کسی کے لیے بھی تقوا کے علاوہ کسی اور معیار کو قبول نہیں کیا لہذا ان کے نزدیک صحابی اور غیر صحابی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

صحابیوں کے درمیان بلند مقام کے حامل لوگ تھے جو کبھی بھی حق سے منحرف نہیں ہوئے جبکہ دوسری طرف سے صحابیوں میں ایسے افراد بھی تھے جو رحلت رسولؐ کے بعد عہد جاہلیت پر لوٹ گئے لہذا یہ سب برابر نہیں ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے کتب

۱۵۰ جعلی صحابی ..، علامہ عسکری

الغدیر جلد ۷، علامہ امینی

جناب عائشہ کا اسلام میں کردار، علامہ عسکری

شیعہ جواب دیتے ہیں، آیت اللہ مکارم شیرازی

راہنمائے حقیقت، آیت اللہ سبحانی

شبہات فاطمیہ، سید مجتبیٰ عسیری

تحریر: استاد رستمی نژاد... ترجمہ اعجاز حیدر

- [1] - عمدة القاری ج 16 ص 169، اسد الغابہ ج 1 ص 12
- [2] - اسد الغابہ ج 1 ص 12
- [3] - الاصابہ ج 1 ص 157
- [4] - اسد الغابہ ج 1 ص 12
- [5] - عمدة القاری ج 16 ص 169
- [6] - ملاحظہ کیجیے: تفسیر الاثری ج 1 صفحہ 98-105
- [7] - الاصابہ ج 1 ص 3
- [8] - ایضاً ص 22
- [9] - اسراء/ 106
- [10] - نصر/ 2
- [11] - احزاب/ 30
- [12] - تحریم/ 10
- [13] - ہود/ 46
- [14] - ہود/ 46
- [15] - توبہ/ 101
- [16] - توبہ/ 100
- [17] - ملاحظہ کیجیے تفسیر نمونہ ج 8 ص 100
- [18] - فتح/ 29
- [19] - فتح/ 29
- [20] - آل عمران/ 152
- [21] - تاریخ الاسلام جلد 3 صفحہ 484،  
(کان مع علیّ یوم وقعة الجمل ثمانمئة من الانصار و اربعمئة ممن شهدوا بیعة الرضوان)
- [22] - تاریخ الاسلام جلد 3 صفحہ 484
- [23] - مروجلد الذهب ج 1 ص 314
- [24] - توبہ/ 100
- [25] - توبہ/ 100
- [26] - توبہ/ 102
- [27] - حجرات/ 6
- [28] - تفسیر عبدالرزاق ج 3 ص 231
- [29] - توبہ/ 100
- [30] - توبہ/ 101
- [31] - توبہ/ 100
- [32] - توبہ/ 100

[33].فتح / 20

[34].توبہ/101

[35].احزاب/12

[36].حجرات/14

[37].توبہ/60

[38].توبہ/98

[39].توبہ/102

[40].آل عمران/102

[41].توبہ/25

[42].احزاب/۱۳

[43].بقرہ/۱۷۸

[44].آل عمران /۱۵۲

[45].جمعہ/۱۱

[46].فتح/۱۱

[47].صف/۲

[48].حجرات/۱۷

[49].حجر/۲۴

[50].المستدرک علی الصحیحین ج۲ ص۳۵۳، سنن الکبری ج۳ ص۹۸، عن ابن عباس قال:کانت تصلى خلف رسول الله امرأه حسناء من احسن الناس وكان بعض القوم يستقدم فى الصف الاول لان لايراهن و يستأخر بعضهم حتى يكون فى الصف الموفر فاذا ركع ، قال: هكذا، و نظر من تحت ابطه و جافى يديه، فانزل الله عزوجل فى شانهما: {وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ} اس کو نقل کرنے کے بعد حاکم کہتے ہیں: هذا حديث صحيح الاسناد و لم يخرجاه.

[51].حجرات/۶

[52]. تفسير عبدالرزاق ج۳ ص۲۳۱

[53].توبہ/ 75، 76

[54].توبہ/۱۱۸

[55].عمدة الباری ج۳ ص۲۰۲، مسند عبد بن حميد ص۲۵۱

[56].مسند احمد ج۵ ص۵۴، سنن ترمذی ج۵ ص۳۸۵

[57].صحیح بخاری ج۴ ص۱۹۵

[58]. صحیح بخاری ج۷ ص۲۰۶

[59]. صحیح بخاری ج۷ ص۲۴۰، ج۷ ص۱۹۵، ۲۰۶

[60]. صحیح بخاری ج۷ ص۲۰۷

[61]. صحیح بخاری ج۵ ص۶۵

[62].المستدرک علی الصحیحین ج۴ ص۶، مسند ابن رابويه جلد ۲ ص۲۳

- [63] - صحيح بخارى ج ۸ ص ۱۲۔ "عن عقبه بن الحرث:  
ان النبى اتى بنعيمان او بابن نعيمان و هو سكران فشق عليه وامر من فى البيت ان يضربوه فضربوه بالجريد والنعال"۔
- [64] صحيح بخارى جلد ۸ ص ۲۲۔
- "... فقال النبى: اذهبوا به فارجموه، قال ابن شهاب: فاخبرنى من سمع جابر بن عبد الله قال: فكنت من فى رجمه فرجمناه بالمصلى"۔
- [65] - المعجم الكبير جلد ۲۳ ص ۱۲۸
- [66] - صحيح مسلم جلد ۵ ص ۱۲۶
- [67] - تاريخ الامم و الملوك ج ۲ ص ۵۰۲، المواقف ج ۳ ص ۶۱
- [68] - فتح البارى ج ۵ ص ۱۸۷
- [69] - فتح البارى ج ۱ ص ۱۴۸
- [70] - ملاحظه كيجيے تذكرة الحفاظ جلد ۱۷
- [71] ملاحظه كيجيے ، نقش عائشه در تاريخ اسلام ۲۲۱-۲۷۵
- [72] - الطبقات الكبرى ج ۳ ص ۳۲
- [73] - تاريخ مدينه دمشق جلد ۸ ص ۲۷
- [74] - الطبقات الكبرى ج ۳ ص ۳۲
- [75] - فتح/ ۲۹
- [76] - سير اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۱۹۳
- [77] - بقره/ ۱۳۲
- [78] - صافات/ ۱۴۲
- [79] - هود/ ۲۶
- [80] - بقره/ ۳۶
- [81] - منتخب مسند عبد بن حميد ص ۲۵۰
- [82] - ملاحظه فرمائیں مقالہ "بازخوانی حدیث اقتدا و اہتدا" از محمد فاکر میبیدی، دو فصلنامہ حدیث پڑوبی، سال اول شماره اول بہار و تابستان ۱۳۸۸۔
- [83] - یہ روایت صحیح مسلم میں نقل ہوئی ہے کہ پیغمبر نے انصار کے بارے میں فرمایا:  
"فاقبلوا من محسنہم واعفوا عن مسیئہم" صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۷۴
- [84] - نہج البلاغہ خطبہ ۶۶
- [85] - ملاحظہ کیجیے: راہنمائے حقیقت ص ۶۱ و ۶۲
- [86] -، عرفۃ علوم الحدیث ص ۲۰
- [87] - نحل/ ۴۴
- [88] - المیزان ج ۱۲ ص ۲۷۸
- [89] - الحدیث و المحدثون ص ۱۰۲
- [90] - المستصفی ج ۱ ص ۱۶۱